* ضرورت اور حاجت کی تعریفیں
* ضرورت اور حاجت کی شرطیں
* ضرورت اور حاجت کے درمیان فرق
* حاجت کے مراتب
* کیا زمیندار کا کوٹھی مالکان سے قرض لینا ضرورت ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضرورت اور حاجت کی تعریف، شرائط، فرق اور متعلقہ احکام ذکر کریں، کیا کوٹھی کے مالکان کا زمینداروں کو قرض دینا ضرورت یا حاجت میں شامل ہے؟

ضرورت:

ضرورت سے مراد ہر وہ کام جس کا کرنا ضروری ہو،اس کا کوئی متبادل بھی نہ ہو اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی چارہ کار ہو, ورنہ ہلاکت یا ہلاکت کے قریب ہونے کا خطرہ ہو۔

"الضرورة اسم من الاضطرار .وفي الشرع : بلوغ الإنسان حدا إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب."

(الموسوعة الفقهية:ج۲۸،ص ۱۹۱)

"تعريف الضرورة:
عرف بعض العلماء الضرورة (بأن يبلغ الإنسان حداً إن لم يتناول الممنوع هلك أوقارب الهلاك .وعرفها الحنفية بأنها : (خوف الضرر أو الهلاك على النفس أو بعض الأعضاء بترك الأكل) .وعرفها المالكية بأنها: (الخوف على النفس من الهلاك علماً أو ظناً) .وعرفها الحنابلة بأنها (خوف الإنسان التلف إن لم يأكل المحرم غير السم .فالضرورة أن يتعرض الإنسان لظروف تصيره إلى حد يعلم ـ أو يظن ـ أو يخاف أنه إن لم يتناول المحرم ـ غير السم هلك، أو قارب الهلاك ـ هلك جميعه، أو هلك بعضه... أو قارب الهلاك أي منهما.تعريف الضرورة وحكمها: هي الخوف على النفس من الهلاك علماً (أي قطعاً) أو ظناً. فلا يشترط أن يصبر حتى يشرف على الموت. وحكمها في المذاهب الأربعة وجوب الأكل من المحرَّم، بمقدار ما يسد رمَقَه (أي بقية حياته)، ويأمن معه الموت...."

"ضرورت" کی شرائط:

- ✓ ضرورت درپیش ہو۔
- ✓ اس کے علاوہ کوئی جائز متبادل نہ ہو۔
- ✓ وہ ضرورت اسلام کے کسی بھی حکم کا مخالف نہ ہو۔
- ✓ اور وہ ضرورت بقدر ضرورت ہو۔
- ✓ متبادل سے ضرورت کا ازالہ یقینی ہو۔

"شروط الضرورة :
ليس كل من ادعى الضرورة يسلَّم له ادعاؤه، أو يباح له فعل الحرام، وإنما لابد من توافر شروط أو ضوابط للضرورة، وهي ما يأتي :
1 - أن تكون الضرورة قائمة لا منتظرة في المستقبل، أي أن يحصل في الواقع خوف الهلاك على النفس أو المال بغلبة الظن بحسب التجارب، أو التحقق من خطر التلف،
2- أن يتعين على المضطر ارتكاب المحظور الشرعي أي ألا يكون هناك وسيلة أخرى من المباحات لدفع الخطر إلا تناول الحرام.
3- ألا يخالف المضطر مبادئ الإسلام، فلا يحل الزنا والقتل والكفر والغصب بأي حال؛

4- أن يقتصر في رأي الجمهور على الحد الأدنى أو القدر اللازم لدفع الضرر
5 - أن يصف المحرم ـ في حال ضرورة الدواء ـ طبيب عدل ثقة في دينه وعلمه، وألا يوجد من غير المحرَّم علاج آخر، يقوم مقامه.ولا يتقيد الاضطرار بزمن مخصوص لاختلاف الأشخاص في ذلك ."

(الفقه الاسلامى : تعريف الضرورة وحكمها)

علامہ حموی نے ابن الھمام رحمہما اللہ سے پانچ مراتب نقل کیے ہیں:

* **ضرورت:** ایسی حدتک پہنچنا کہ اگر ممنوع چیز سے پرہیز کیا جائے، یا توہلاک ہو جائے گا اور یا ہلاکت کے قریب ہو گا۔
* **حاجت:** ایسی حدتک پہنچنا کہ اگر ممنوع چیز سے پرہیز کی جائے، تو مشقت اور حرج میں پڑ جانے کا خطرہ ہو۔
* **منفعت:** نفع کی خاطر کوئی کام کرے۔ جیسے: گندم کی روٹی، چھوٹا گوشت، روغنی روٹی وغیرہ۔
* **زینت:** اپنی چاہت کی خاطر کوئی کام کرے۔ جیسے: میٹھی چیز کی خواہش کرنا۔
* **فضول:** حرام میں وسعت اور یا مشتبہ اشیاء کے استعمال کو فضول کہا جاتا ہے۔

فائدہ: زیر بحث مقالہ میں صرف ضرورت اور حاجت پر بحث ہو گی۔

نوٹ: حاجت اور ضرورت میں چونکہ رخصت پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ مقصد سے قبل رخصت کی وضاحت ضروری ہے۔

رخصت کی تین قسمیں:

مباح: پہلی قسم سے مراد وہ حالت اضطراری جس کا سوائے حرام کھانے کے کوئی متبادل نہ ہو، یا کسی نے کھانے پر ایسا مجبور کیا ہو، کہ نہ کھانے پر قتل یا کسی عضو کے کاٹنے کی دھمکی دی گئی ہو، تو اس وقت حرمت ساقط ہو جاتی ہے۔

حرمت برقرار: اسے مراد ایسی حالت کا ہونا کہ جس میں حرمت تو ساقط نہ ہوتی ہو، البتہ رخصت ہو۔

جیسے: قتل کی دھمکی دی ہوئی کا کلمہ کفر زبان پر جاری کرنا۔

غیر مباح وغیر مرخص: وہ حالت کہ نہ تو حرام کی اباحت ہو اور نہ ہی رخصت ہو، چاہے حالت اختیاری ہو، یا اضطراری ہو۔ جیسے زنا کرنا، یا کسی کو ناحق قتل کرنا وغیرہ۔

فائدہ: حکم کے اعتبار سے تیسری قسم کسی صورت میں جائز نہ ہو گی،جب کہ پہلی قسم (اباحت) جائز ہے اور تیسری قسم میں رخصت کے باوجود حرمت برقرار رہے گی۔

(تفصیل کے لیے اصول افتاء: ص۳۱۷)

ضرورت کے مراتب میں فرق:

واضح رہے: عام طور پر ضرورت کے لیے مذکورہ بالا شرائط ہیں،تاہم ضرورت کے مراتب میں لوگوں کی حالت کو یکسر مسترد کرنا اور خاص کر دور حاضر کے انسانی خواہشات اور تقاضوں کو ملحوظ نظر نہ رکھنے سے کافی مشکلات کا سامنا ہوگا۔مثال کے طور پر سابقہ ادوار میں تین کپڑے ضرورت کے تحت آتے تھے،اس سے زائد کپڑے قربانی یا صدقہ فطر کے نصاب میں شمار ہوتے تھے،کیا دور حاضر میں تین سے زائد کپڑے ضرورت ہیں ،یا نہیں؟

اسی طرح ایک شخص کی ضرورت گرمی میں ایک پنکھے سے پوری ہوسکتی ہے،وہ اپنے لیے ایئر کولر بھی بطور ضرورت کے استعمال کرتا ہے،کیا یہ ضرورت میں شمار ہوگا؟ یا مثلا: ایک شخص کی ضرورت آٹھ لاکھ (800000) کی گاڑی سے پوری ہوسکتی ہے،وہ پچیس لاکھ (2500000) کی گاڑی کا اپنے لیے انتخاب کرتا ہے،کیا اس شخص پر ان تیرہ لاکھ (1300000) کی وجہ سے قربانی یا صدقہ فطر لازم ہوگا؟اس طرح بہت ساری مثالیں ہماری سامنے ہیں ،جس کو آج کی اصطلاح میں ضرورت کہا جاتا ہے۔

واضح رہے:

وضاحت سے قبل چند قواعد لکھے جاتے ہیں:الضرورات تبیح المحظورات ---الامر اذا ضاق اتسع واذا ضاق اتسع---الضرر یزال ----الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف---الضرورة تتقدر بقدرها--- يختار أهون الشرين---المشقة تجلب التيسير--- الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة او خاصة---الضرر لايزال بمثله---

تمام قواعد کا خلاصہ خاص کر "الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ اور خاصۃ" یہ ہوا کہ حاجت اور مشقت کے وقت چیزوں میں تخفیف ہو جاتی ہے اور بسا اوقات خاص طبقہ ،یا خاص اشخاص کی حاجت بھی بعض اوقات ضرورت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اور اسی بنا پر اس کے ساتھ وہ معاملہ اختیار کیا جاتا ہے،جن کی عام حالات میں اجازت نہیں ہوتی۔" مثلا: فقہاء سودی قرض حاجت کی بناء پر جائز سمجھتے ہیں اور فقہاء شوافع نے تعلیم دینے کی غرض سے غیر محرم کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔

اب مشکل اس میں ہے ،کہ کس کو ضرورت کہاجائے اور کس کو حاجت کہاجائے ۔۔۔۔؟فقہی جزئیات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا،کہ جن چیزوں کی ممانعت ذاتی ہوں ،ان کی اجازت ضرورت اوراضطرار ہی کی صورت میں ہےاور جن کی ممانعت کسی خارجی سبب کی بناپر ہویعنی ممنوع لغیرہ ہو(جیسے سودی قرض)حاجت کی بناپر وہ جائزقرار پاتی ہیں۔

(تفصیل کے لیے قاموس الفقہ :ج ۳،ص ۱۷۲)

"والمقترض آثم كذلك إلا عند الضرورة .والضرورات تبيح المحظورات . ولكن الضرورة تقدر بقدرها ، فما زاد عن حد الضرورة ظل محرما، فما الضرورة إذن في القروض الإنتاجية ؟"

(مجلۃ فقہ الاسلامی)

جیساکہ پہلے گذرچکاکہ حاجات اصلیہ کی تعریف میں حالت اوراشخاص کی رعایت رکھنے سے بہت سارے مشکلات سے گزرناآسان ہوگا،شریعت مطہرہ میں اسی پہلوپر خاطر خواہ رعایت موجود ہے۔مثلا:استعمالی اشیاء میں سے جو مال تجارت ہونے کی وجہ سے نموپذیرنہ ہوں ،یاسوناچاندی اورروپیہ نہ ہو(جس کو شریعت بہرحال نموپذیرقرار دیتی ہے۔)حاجات اصلیہ میں داخل ہیں۔(جس کو ضرورت کے مراتب کی بناپر ضرورت کہاجائے گا۔)مثلا:گھرکاسامان،رہائشی مکان،مطالعہ کی کتابیں،گاڑیاں اورخوداستعمال کرنے والااسلحہ وغیرہ۔

اور پھر شریعت کے مذاق اورمزاج سے معلوم ہوتاہے ،جہاں یہ چیزیں مطلق چوڑی گئی ہیں،بعض خاص اموال میں زکوۃ کاذکر ملتاہے،جب کہ اس برعکس بعض ایسی صورتیں ہیں،جن میں زکوۃواجب نہ ہونے کی صراحت ذکرہے،مثلا:ذاتی خدمت کے لیے خریدے ہوئےغلام میں صدقہ فطر کےعلاوہ زکوۃواجب نہیں ہے۔

(تفصیل کے لیے قاموس الفقہ :ج ۳،ص ۱۷۳)

"إن هذا حاجة عامة وضرورة والضرورة تقدر بقدرها والتضييق في هذا الأمر أيضا خلاف ليسر الإسلام وسعته ومرونته وصلوحيته لكل زمان ومكان . فالأفضل فيما أرى وترون حفظكم الله وأنتم العلماء المنصفون أن نبتغي بين ذلك سيرا وسطا لا هو إلى الإفراط ولا هو إلى التفريط كما ذكر المنصور للإمام مالك حين قال له : اكتب كتابا تبتعد فيه عن رخص ابن عباس وعن شدائد ابن عمر ، وعن شواذ ابن مسعود ووطئه للناس توطئا وفيما ذكرت لعله يكون الوسط ، لعله، أما فيما ذكره أخي وجاري جار الرضى الأستاذ الدكتور محمد عطا السيد في قضية أنه ياهل ترى ؟ هل هذا فيما يفيض عن الحاجة أم لا يفيض ؟ أقول : هذا السؤال ربما يكون في غير محله لأسباب .منها أن الأغنياء شحوا عن دفع الزكاة فكيف يفيض المال ؟ نحن في واقع اجتماعي أليم ، إن الذي يدفع الزكاة في البلاد الإسلامية عامة مع اختلاف الأقطار فيما بينها اختلافا طفيفا لا يتجاوز بحد غير مبالغ فيه 40 أو 50 % إن يكن أقل فكيف نتصور في هذا العصر أن يفيض المال عن حاجة الفقراء . نحن اليوم في عصر شحت الأغنياء فيه في واقع نريدأن نعالجه كما هو عليه لا حينما تقوم الدولة الإسلامية في العالم الإسلامي ويصير للناس إمام واحد وخليفة واحد وتوزع أموال الزكاة كما وزعت في عهد عمر بن عبد العزيز . لا . في ذلك الوقت له وضع آخر وحل آخر .

نريد أن نعالج مرضًا خطيرا وهو أن الفقراء إذا لم نتبين هذه الحلول الواقعية اليوم أنهم سيدخلون زمرازمرا في أفكار إلحادية مناقضة للإسلام تحت اسم حل مشكلة الفقر وما إلى ذلك مما تعلمونه بالإشارة فضلا عن العبارة . أستغفر الله وأقول قولى هذا والحمدلله رب العالمين ."

(مجلۃ فقہ الاسلامی)

اس کی مثال فقہ کی کتابوں سے یوں بھی دی جاسکتی ہے، جیسے: مال دار شخص پر بیوی کے نفقہ کاالگ حکم ہے، جب کہ تنگ دست کے لیے الگ حکم ہے، یااسی طرح تعزیر میں شریف اور غیر شریف شخص کا فرق کیاگیاہے۔جس کا مطلب یہی ہے کہ لوگوں کے مراتب اور حالات کو مد نظر رکھاجائے گا۔

"ولا بد من مراعاة حال الغني والفقير والشرف والضعة ، وليست حالة الوسط الذي يعيش فيه الأغنياء كحالة الوسط الذي يعيش فيه الفقراء ، ولا عيشة الأشراف والأمراء كعيشة السوقة والضعفاء ، ولهذا قال ابن العربي : إن المرأة الشريفة إذا امتنعت عن إرضاع ولدها فلا يلزمها ذلك نظرًا للعرف...."

(مجلۃ مجمع فقہ الاسلامی:العرف بين الفقہ:ج٢)

بنابریں اگرضرورت کی تعریف میں مراتب کا خیال رکھاجائے،توان مشکلات کا حل باسانی ہوگا۔

اسی طرح فقہاء نے مختلف حالات کی وجہ سے ضرورت پر فتوی دیاہے۔

- تبلیغ کی خاطر غیر مسلم سے حسن سلوک ضروری ہے۔(کفایت المفتی)
- ضرورت کی وجہ سے عبادت پر اجرت لیناجائزہے۔(کفایت المفتی)
- (ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر پر فتویٰ دیناجائزہے۔لیکن ضرورت کو غیر ضرورت سے جدا کرنا مشکل ہے۔(فتاویٰ فریدیہ: ج۵،ص١٩٦)
- سودی قرضہ لینانا جائز اور حرام ہے، مستحق لعنت ہے،البتہ بوقت شدت ضرورت یعنی اگر کوئی شخص اس حدتک پہنچے کہ بچے بھوک سے تڑپ رہے ہو، یا خود اس حالت کا شکار ہو،توسودی قرضہ بقدر ضرورت لینادرست ہے۔
- یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح ،وتحتہ فی الحموی :وذلک نحوإن یقرض عشرۃ دینامثلا،ویجعل لربھا شیئامعلوم فی کل یوم ربحا۔(الأشباہ والنظائر: ج١،ص٤٤٩)
- ضرورت کی وجہ سے مسجد میں ٹھلنا۔مثلا: ریاحی تکلیف ہو، یا شوگر وغیرہ ہو،کیونکہ طبعی ضرورت میں سے ہے۔(کتاب الفتاویٰ: ج٣،ص٣٢١)
- ضرورت کے وقت جب جان بچانا دشوار ہو، یاسخت مشقت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو،تورشوت دینادرست ہے،جب کہ لینے کی کسی صورت گنجائش نہیں ہے۔(کتاب النوازل: ج١١،ص٢٦٠)

حاجت: حاجت سے مراد ایسی حالت کا ہونا جس میں مبتلا شخص کے لیے اس کے نہ کرنے سے مشقت میں پڑ جانے کا خطرہ ہو۔ بالفاظ دیگر دین، جان، عقل، مال اور نسل کی حفاظت کے لیے وہ آخری درجہ تو نہ ہو، لیکن اگر ان کی حیثیت ایسی تدابیر کی ہو، کہ اگر اس کی رعایت نہ کی جائے، تو آدمی دشواری سے دوچار ہو جائے۔

"الحاجة تطلق على الافتقار ، وعلى ما يفتقر إليه مع محبته .واصطلاحا : ما يفتقر إليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدي في الغالب إلى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب .والفرق بين المشقة والحاجة أن الحاجة وإن كانت حالة جهد فهي دون المشقة ومرتبتها أدنى منها ."

(الموسوعة الفقهية:ج۱۷،ص ۳۲۱)

(باب كراهة مازاد على الحاجة من الفراش واللباس)

" قوله صلى الله عليه و سلم (فراش للرجل وفراش لامرأته والثالث للضيف والرابع للشيطان) قال العلماء معناه أن مازاد على الحاجة فاتخاذه انما هو للمباهاة والاختيال والالتهاء بزينة الدنيا وما كان بهذه الصفة فهو مذموم."

(شرح المسلم للنوى،باب كراهة مازاد على الحاجة من الفراش)

حدیث کی تشریح میں علامہ نوویؒ اور دیگر شراح نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر چہار سے زائد بستر ہو، تو درست ہے، بشرطیکہ تکبر اور نمود کے لیے نہ ہو۔

حاجت کی قسمیں: عامہ۔۔۔۔۔خاصہ

حاجت عامہ: جس کی طرف احتیاج عام ہو، جب کہ خاصہ سے مراد خصوص جماعت یا گروہ کی حاجت ہے۔

احکام شرعیہ میں حاجت دو صورتوں میں موثر ہوتی ہے:

اول: کتاب اللہ یا سنت میں اس کی صراحت موجود ہو۔ جیسے: بیع سلم اور یا حالت جنگ اور مرض میں ریشمی لباس پہننا۔ یا مثلا: شرکت، مضاربت، اجارہ، مساقات، مزارعت وغیرہ میں حاجت کو ملحوظ نظر رکھا گیا ہے، جس میں ایک کے پاس سرمایہ، یا زمین ہوتی ہے، جب دوسرے کے پاس محنت اور ہنر ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات کسی کے پاس قرض آدا کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی ہے، تو وہ کسی دوسرے پر حوالہ کرتا ہے، اس طریقے سے وہ اپنی حاجت پوری کرتا ہے، یا مثلا: قرض دار قرض ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، تو وہ ابراء کی طرف حاجت رکھتا ہے۔

(تفصیل کے لیے شرح مجلّہ)

دوم: اصل حکم محتمل ہو، کتاب اللہ اور سنت میں اس کی وضاحت نہ ہو اور یا مجتہد فیہ ہو، تو اس وقت اباحت کو ترجیح دی جائے گی۔

جیسے: عورت کا گواہی کے لیے چہرہ کھولنا احناف کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ عورت کے چہرہ کا ستر ہونا نص صریح سے ثابت نہیں ہے۔

یادرہے: اگر ہر حاجت کو ضرورت کے قائم مقام قرار دیا جائے، تو دونوں کے درمیان فرق نہ ہوگا۔اس لیے حاجت بقول شیخ احمد زرقاؒ وہاں معتبر ہوگی جہاں نص شرعی اس کو جائز قرار دیتی ہو، یا تعامل امت ہو اور یا اس کے متعلق ممانعت کی صریح نص نہ ہو اور جواز کی نظیر شریعت میں موجود ہو جس کے ساتھ منسلک کی جائے۔

(اصول الافتاء وادابہ)

حاجت اور ضرورت میں فرق:

- ✓ ضرورت میں بقدر ضرورت کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جیسے: اکل میتہ اور شرب خمر وغیرہ۔جب کہ حاجت میں توسع کی گنجائش ہے۔ جیسے: بیع سلم۔
- ✓ ضرورت میں ایسی چیز کا استعمال ہوتا ہے، جس کی حرمت دلیل یا نص قطعی سے ثابت ہوئی ہے، اس میں حرمت کو برقرار رکھتے ہوئے اباحت کی اجازت ہے، جب کہ حاجت میں اس کی قید نہیں ہے۔
- ✓ ضرورت میں حرام لعینہ کے استعمال کی اجازت ہوتی ہے۔جب کہ حاجت میں حرام لغیرہ کے استعمال کی اجازت ہوتی ہے۔

کیا کوٹھی کے مالکان کا زمینداروں کو قرض دینا ضرورت یا حاجت میں شامل ہے؟

کوٹھی کے مالکان زمینداروں یا کاشتکاروں کو قرض دیتے ہیں، بعد میں زمیندار پھل فروٹ اور سبزیاں ان مالکان کو دیتے ہیں کیا شریعت کی نگاہ سے یہ درست ہے؟ اور کیا اس طرح کا قرض لینا حاجت اور ضرورت میں داخل ہے؟

واضح رہے:

کوٹھی کے مالکان اگر دوران قرض یہ شرط صریح طور پر ذکر کریں، کہ فروٹ یا سبزیاں ہمیں دینے ہوں گے، اس کے فساد میں کوئی شک نہیں ہے، کیونکہ "کل قرض جر نفعا فھو ربا" کے زمرے میں آکر یہ صریح سود ہے۔

اگر دوران قرض یہ اس شرط کی وضاحت نہ ہو، جب کہ عرف میں یہی مشہور ہے کہ مال متعلقہ کوٹھی تک پہچانا ہے، تو اس صورت کے جواز اور عدم جواز سے قبل چند تمہیدی باتیں ضرور ہیں:

- ❖ المعروف کالمشروط کے لیے اتنی شہرت ضروری ہے کہ قاضی، یا حکم اس کے مطابق فیصلہ کرے۔

- ❖ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہونے کے باوجود عرف کی وجہ سے جائز ہو جاتی ہے۔
- ❖ مقتضائے عقد کے خلاف شرط کے عدم جواز کی وجہ جھگڑا ہے۔

واضح رہے:

فقہاء کرام نے مشتری کا بائع سے کپڑالے کراسکو یہ کہنا کہ اس کو رنگ بھی دیناہے، یاجوتے خرید کر بائع پر تسمہ لازم کرنے کے جواز کا فتویٰ عرف کی بناپر دیا گیاہے۔اسی گھڑی ساز کو گھڑی مرمت کے لیے دینااور دوران مرمت نیاپرزہ بھی ڈال دیتاہے ،جوبیک وقت بیع اوراجارہ دونوں ہیں ، لیکن جواز کافتوی ابتلاء عام کی وجہ سے دیا گیاہے،ورنہ لوگ حرج اور مشقت میں پڑجائیں گے۔اسی طرح فریج کمپنی والوں کا یہ آفر دینا کہ ایک سال تک وارنٹی ہے اگر دوران سال خراب ہواتواس کی مرمت ہم کریں گے یانئے فریج سے تبدیل کریں گے۔اس پر بھی جواز کا فتویٰ عرف ہی کی بناپر دیا گیاہے۔

اسی طرح باغات کی مروجہ خرید وفروخت کہ ٹھیکہ دار پھل درختوں پر چھوڑ دیتاہے،جس کوفقہاء کرام بشرط ترک ناجائز کہتے ہیں لیکن اگرچھوڑنے یانہ چھوڑنے کی صراحت نہ ہو،توعرف ہی وجہ سے جواز کا دیاہے ۔حالانکہ یہاں بھی شرط ذکرنہ کرنابمنزلہ ذکرہے،کیونکہ عرف میں یہی مشہورہے کہ ٹھیکہ دار پھل درختوں پر چھوڑتاہے اورنہ ہی ٹھیکہ دار فوراکاٹنے کی نیت اورارادہ سے سوداکرتاہے ،اوراس میں احدالمتعاقدین کا فائدہ بھی ہے ،کیونکہ مالک زمین کی زمین اور درختیں زیراستعمال ہیں اوراس پر مزیدیہ کہ کچھ پھل ظاہر ہوتے ہیں سوداانہی پر ہوتاہے بعدمیں آنے والے پھل اگرچہ معدوم ہے،لیکن اس کو موجود کے تابع شمار کیاجاتاہے ،ان سب ممنوعہ وجوہات کے باوجودفقہاء نے عرف کی وجہ سے جواز کا فتوی دیاہے۔کہ عدم جواز کے فتویٰ سے لوگ مشقت اور حرج میں پڑجائیں گے۔

(تفصیل کے لیے تقریر ترمذی شریف: ج۱، ص ۹۴)

<u>واضح رہے:</u>

دارالعلوم کراچی کے فتوی میں دی گئی درج ذیل عبارت سے بھی انہوں نے المعروف کالمشروط کے لیے شرط کی شہرت کا حکم لگایا ہے۔یعنی کہ شرط اس قدرمعروف ہو،کہ ذکرکیے بغیر بھی ان کو ضروری طورپر ذکرکیاجانامعتبر جاناجاتاہو۔

"العادة المطردة هل تنزل منزلة الشرطالمبحث الثالث :العادة المطردة هل تنزل منزلةالشرط ؟قال في إجارة الظهيرية : والمعروف عرفا كالمشروط شرعا انتهى وقالوا في الإجارات : لو دفع ثوبا إلى خياط ليخيطه له أو إلى صباغ ليصبغه له ولم يعين له أجرة ثم اختلفا في الأجر وعدمه وقد

جرت العادة بالعمل بالأجرة : فهل ينزل منزلة شرط الأجرة فيه اختلاف قال الإمام الأعظم : لا أجرة له وقال أبو يوسف رحمه الله : إن كان الصابغ حريفا له أي معاملا له فله الأجر وإلا لا وقال محمد رحمه الله : إن كان الصابغ معروفا بهذه الصنعة بالأجر وقيام حاله بها : كان القول قوله وإلا : فلا اعتبارا للظاهر المعتاد وقال الزيلعي : والفتوى على قول محمدرحمه الله انتهولا خصوصية لصابغ بل كل صانع نصب نفسه للعمل بأجرة فإن السكوت كالاشتراط.."

(الاشباه والنظائر:العادة المطردة هل تنزل منزلة الشرط)

مذکورہ بالاعبارت میں فتوی امام محمدؒ کے قول پر دیا گیاہے ،وجہ شہرت ہے کہ اگررنگ سازاپنے فن میں مشہور ہواور تاحال اسی پیشہ سے وابستہ ہوتوانہی کا قول معتبر ہوگا۔

"ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه لكون المرجوع صار منسوخا اهـ فليحفظ، وقيده البيري بالعامي أي الذي لا رأي له يعرف به معنى النصوص حيث قال: هل يجوز للإنسان العمل بالضعيف من الرواية في حق نفسه، نعم إذا كان له رأي، أما إذا كان عاميا فلم أره، لكن مقتضى تقييده بذي الرأي أنه لا يجوز للعامي ذلك. قال في خزانة الروايات: العالم الذي يعرف معنى النصوص والأخبار وهو من أهل الدراية يجوز له أن يعمل عليها وإن كان مخالفا لمذهبه اهـ.قلت: لكن هذا في غير موضع الضرورة، فقد ذكر في حيض البحر في بحث ألوان الدماء أقوالا ضعيفة، ثم قال: وفي المعراج عن فخر الأئمة: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلبا للتيسير كان حسنا. اهـ. وكذا قول أبي يوسف في المني إذا خرج بعد فتور الشهوة لا يجب به الغسل ضعيف، وأجازوا العمل به للمسافرأو الضيف الذي خاف الريبة كما سيأتي في محله وذلك من مواضع الضرورة."

(مقدمہ ،ردالمحتار،مطلب: مطلب لا يجوز العمل بالضعيف حتى لنفسه عندنا)

"ولأن القياس في الكثير أن يتنجس أيضاً لأن الجزء الذي لاقاه النجاسة يتنجس بملاقاة النجاسة إياه كما في غير الماء من المائعات وإذا تنجس ذلك الجزء والذي يجاوره ثم وثم حتى يصير الكل نجساً كما في غير الماء من المائعات لكن تركنا القياس في الكثير لأجل الضرورة لأن صونالكثير بالأواني غير ممكن والضرورة في القليل لأن صون القليل بالأواني ممكن فنعمل في القليل بالقياس....."

(المحيط البرهانى،الفصل الرابع فى المياه التى يجوزالتوضوء)

بنابرایں دورحاضر کی مادہ پرست اور ہوس پرست انسان کامفت قرض دیناا گرچہ ناممکن نہیں ہے ،لیکن مشکل ضرور ہے اور بینک سے قرض لینے پر صریح سود دیناپڑتاہے ،تاہم کتب فقہ میں حاجت اورمشقت کی اکثر مثالوں کا تعلق خریدوفروخت اور اجارہ سے ہے،اور تعامل امت کی وجہ سے بناء برحاجت جواز کا فتوی دیا گیاہے۔

جہاں تک صورت مسؤلہ ہے،اس کا تعلق قرض دے کر نفع اصول کرنے سے ہے:

ایک تو یہ ہے کہ یہ حاجت اورمشقت تعامل کی حدتک نہیں پہنچی ہے،جس کو بنیاد بناکر جواز کا فتوی دیاجائے،کیونکہ رخصت کی تین صورتیں بنتی ہیں،یہ ان میں سے کوئی نہیں ہے،اسی طرح حاجت کی دونوں قسموں میں سے بھی نہیں بن سکتی ہے کیونکہ نہ جواز کی صراحت ذکرہے اورنہ ہی تعامل امت ہے،اور دوسرا یہ ہے کہ جواز

کے فتویٰ دینے سے ہر فیکٹری والے (شوگر ملز،آٹا ملز، گھی ملز یا دیگر کارخانے وغیرہ) کے لیے قرض پر نفع لینے یا دینے کا جواز مل جائیگا۔ مثلا: فیکٹری والے مالک دوکاندار کو قرض دے اور پھر مالک دوکان سامان اسی متعلقہ فیکٹری سے خرید لے۔ حالانکہ یہ صورت زیادہ درپیش ہے، کیونکہ تجارت کا معاملہ بنسبت زراعت زیادہ ہے، جب کہ یہاں کسی نے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ اور یہاں پر مذہب غیر پر بھی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے، کیونکہ پہلے تو اس کی تصدیق نہیں ہے، کہ وہاں جواز کا فتویٰ موجود ہے اور دوسرا یہ ہے کہ مذہب غیر پر فتوی دینے کے لیے چار شرطیں ہیں:

- ✓ ضرورت شدیدہ ہواورایسی درپیش حاجت ہو، جس سے کوئی چھٹکارا نہ ہو۔ جیسے: زوجہ عنین، زوجۃ المفقود، اور متعنت، یا مسلم فیہ کا وقت آنے سے قبل موجود نہ ہونا اور یا عروض میں شرکت وغیرہ۔
- ✓ اس میں ایک مفتی کا فتویٰ نہ ہو، بلکہ دیگر مفتیان عظام بھی اس فتویٰ میں شریک ہوں۔
- ✓ مذہب پر فتویٰ دینے کی صورت میں متعلقہ مذہب کے مسائل پر کافی دسترس حاصل ہو۔
- ✓ دیا گیا فتویٰ شاذ اقوال پر مبنی نہ ہو۔

(تفصیل کے لیے: اصول افتاء وادابہ: ص ۲۰۵)

اور اس سے بڑھ آقا دوعالم، شافع محشر، محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان: لیأتین علی الناس زمان لایبقیٰ أحد الاأكل الربا،فان لم يأكله أصابه من بخاره ۔اوكماقال ﷺ ۔یعنی لوگوں پر ایک زمانہ ضرور آئے گا کہ جس میں وہ یا تو سود کھائیں گے اور یا اس کو سود کا دھواں پہنچے گا۔

لہٰذا مفتیان کرام کی خدمت میں یہ عرض ہے، کہ مذکورہ بالا وجوہات کو دیکھتے ہوئے پہلے عموما تو کھلی چوٹ سے بچنے کی خاطر عدم جواز کا فتویٰ دے اور خصوصا جب کوئی مستفتی آئے، تو بذریعہ دعوت ان کو ترغیب دے، کہ کسی سے قرض حسنہ لے لیں اور قرضہ نہ ملنے کی صورت میں بوجہ حرج ومشقت جواز کا فتویٰ دے۔

واضح رہے: اس وقت جواز کی صورت حاجت کی دوسری قسم میں داخل ہو گی، کہ جہاں صریح ممانعت نہ ہو البتہ جواز حرج اور مشقت کی وجہ سے بوجہ تعامل امت درست ہو۔

واللہ اعلم بالصواب۔

السید کلیم اللہ الحرمزئی۔